

## قربانی کی سعادت

اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے اس کے خوش نصیب بندے حریم شریفین کی حاضری سے مشرف ہو رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے اپنے مقامات پر ہیں اور اس سعادت سے اس ذی الحجہ میں بہرہ ور نہیں ہوئے، ان کے لئے اپنے مقام پر رہ کر قربانی کی سنت ابراہیمی کو انجام دینا نہایت اہم ہے۔

چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا کہ ماہذہ الاضاحی؛ (قربانی کی حقیقت کیا ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا سنۃ ابراہیم۔ (یہ تمہارے ابا جان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے)۔ نیز اس کی اہمیت اور فضیلت کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی واضح فرمایا کہ قیامت میں قربانی کا یہ جانور سینگوں، کھروں اور بالوں یعنی اون کے سمیت آئے گا اس طرح سے باعث اجر بنے گا۔

اس مبارک فرمان کے ذریعہ گویا اس بات پر ابھارا کہ اس عظیم عمل کو انجام دیا جائے۔ اسی وجہ سے یہ عمل مسلسل طور پر چودہ سو سال سے امت میں جاری ہے، کبھی کسی زمانے میں اس میں کوئی انقطاع نہیں ہوا۔ بلکہ شوق و ذوق رکھنے والے حضرات خود قربانی خریدتے ہیں، پالتے ہیں، عمدہ طریقہ سے اس کی خدمت کرتے

ہیں اور قربانی کے متعین ایام میں خود اپنے ہاتھ سے ذبح کر کے بارگاہ الہی میں اپنی محبت اور عظمت کا اظہار کر کے ان صلوتی و نسکی و محیای و ممانی للہ رب العالمین کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ تاریخ اس قسم کے واقعات اور نمونوں سے بھری پڑی ہے۔

خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ پوری امت کی طرف سے قربانی پیش کی۔ اور ان کے اتباع میں تسلسل کے ساتھ اکابرین امت اسی جذبہ اور شوق کے ساتھ یہ عمل انجام دیتے چلے آئے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا پاک اور واضح ارشاد ہے: لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لِحُومَهَا وَلَا دِمَاؤَهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ النُّقُوعُ مِنْكُمْ (سورة الحج). ترجمہ: اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اس فرمان الہی میں صاف واضح کہا گیا ہے کہ نہ ہی رسم کو پورا کرنے کے لئے، نہ کسی کے دکھاوے کے لئے، نہ ہی دوسروں کے لحاظ میں یہ عمل کرنا ہے بلکہ خالص رضائے الہی کے لئے شوق و ذوق اور محبت کے ساتھ یہ عمل انجام دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ قلب کے اسی جذبہ کے ساتھ قربانی کی جائے اور اس جذبہ کا اظہار عملاً بھی ہو، تاکہ اللہ پاک کی رضا حاصل ہو جائے۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔

## حرام چیزوں کا تذکرہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ  
وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ  
بِهِ وَالْمُنْخَبِقَةُ وَالْمَوْفُودَةُ  
وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ  
السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ  
عَلَى النُّصَبِ وَإِنْ تَسْتَقْسِمُوا  
بِالْأَزْلَامِ ط ذَلِكَمْ فِسْقٌ ط الْيَوْمَ  
يَيْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا  
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ ط الْيَوْمَ  
أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ  
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ  
الْإِسْلَامَ دِينًا ط فَمَنْ اضْطُرَّ فِي  
مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ لَا فِإِنَّ  
اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

حرام ہوا تم پر مردہ جانور اور لہو اور  
گوشت سور کا اور جس جانور پر نام  
پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اور  
جو مر گیا ہو گلا گھونٹنے سے یا چوٹ  
سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ  
مارنے سے اور جس کو کھایا ہو درندہ  
نے؛ مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور  
حرام ہے جو ذبح ہو کسی تھان پر اور  
یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے،  
یہ گناہ کا کام ہے۔ آج ناامید  
ہو گئے کافر تمہارے دین سے، سو  
ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔  
آج میں پورا کر چکا ہوں تمہارے  
لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم

پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔ پھر جو کوئی  
لاچار ہو جاوے بھوک میں، لیکن گناہ پر مائل نہ ہو، تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## خلاصہ تفسیر

تم پر (یہ جانور وغیرہ) حرام کئے گئے ہیں مردار (جانور جو کہ باوجود واجب  
الذبح ہونے کے بلا وجہ شرعی مر جاوے) اور خون (جو بہتا ہو) اور خنزیر کا گوشت  
(اسی طرح اس کے سب اجزاء) اور جو جانور کہ (بقصد قربت) غیر اللہ کے نام زد کر  
دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جاوے اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اونچے  
سے گر کر مر جاوے (مثلاً پہاڑ سے یا کنوئیں میں) اور جو کسی کی نکر سے مر جاوے اور  
جس کو کوئی درندہ (پکڑ کر) کھانے لگے (اور اس کے صدمہ سے مر جاوے)؛ لیکن  
(منخنقہ سے ما اکل السبع تک جن کا ذکر ہے ان میں سے) جس کو تم (دم  
نکلنے سے پہلے قاعدہ شرعیہ کے مطابق) ذبح کر ڈالو (وہ اس حرمت سے مستثنیٰ ہے)  
اور (نیز) جو جانور (غیر اللہ کی) پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے (حرام ہے گوزبان  
سے غیر اللہ کے نام زد نہ کرے۔ کیونکہ مدار حرمت کا نیت خبیثہ پر ہے، اس کا ظہور کبھی  
قول سے ہوتا ہے کہ نامزد کرے، کبھی فعل سے ہوتا ہے کہ ایسے مقامات پر ذبح  
کرے) اور یہ (بھی حرام ہے) کہ (گوشت وغیرہ) تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے  
تیروں کے، یہ سب گناہ (اور حرام) ہیں۔ آج کے دن (یعنی اب) ناامید ہو گئے

کافر لوگ تمہارے دین (کے مغلوب و گم ہو جانے) سے (کیونکہ ماشاء اللہ اسلام کا خوب شیوع ہو گیا) سوان (کفار) سے مت ڈرنا (کہ تمہارے دین کو گم کر سکیں) اور مجھ سے ڈرتے رہنا (یعنی میرے احکام کی مخالفت مت کرنا) آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے (ہر طرح) کامل کر دیا (قوت میں بھی جس سے کفار کو مایوسی ہوئی اور احکام و قواعد میں بھی) اور (اس اکمال سے) میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا (دینی انعام بھی کہ احکام کی تکمیل ہوئی اور دنیوی انعام بھی کہ قوت حاصل ہوئی اور اکمال دین میں دونوں آگئے) اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے (ہمیشہ کو) پسند کر لیا (یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا، اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جاوے گا؛ پس تم کو چاہیے کہ میری نعمت کا شکر کر کے اس دین پر پورے پورے قائم رہو) پھر (اشیائے مذکورہ بالا کی حرمت دریافت کر لینے کے بعد یہ بھی معلوم کر لو کہ) جو شخص شدت کی بھوک میں بیتاب ہو جاوے (اور اس وجہ سے اشیائے بالا کو کھالے) بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو (یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھاوے اور نہ لذت مقصود ہو، جس کو سورہ بقرہ میں غیر باغ و لا عادی سے تعبیر فرمایا) تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں (اگر قدر ضرورت کا پورا اندازہ نہ ہو اور ایک آدھ لقمہ زیادہ بھی کھا گیا اور) رحمت والے ہیں (کہ ایسی حالت میں اجازت دے دی)

## اسباق حدیث

### حدیث کے اصلاحی مضامین

افادات: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

#### سوال ایک، جواب الگ الگ

ایک بات یاد رہے کہ احادیث میں مختلف مواقع پر ایسا آیا ہے کہ کسی آدمی نے آن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی نصیحت کیجئے، تو آپ نے کوئی بات نصیحت کے طور پر ارشاد فرمائی، مختلف لوگوں کو مختلف جوابات دیے۔ یہاں جو آدمی آیا اس نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں اس کو غصہ نہ کرنے کی تاکید فرمائی؛ لہذا مختلف لوگوں کی طرف سے ایک ہی طرح کا سوال کیا گیا؛ لیکن جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر ہر آدمی کے مناسب حال بات ارشاد فرمائی، وہ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو طیب روحانی تھے، آپ روحانی بیماریوں کا علاج فرمایا کرتے تھے، جو جس قسم کا بیمار آیا اس کے مناسب اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا تجویز فرمائی، اس آدمی کو جس نے سوال کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کی درخواست کی تھی، اس کے حالات کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندازہ ہوا ہوگا کہ اس آدمی میں غصہ کی

عادت ہے، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تاکید فرمائی کہ غصہ مت کرو۔ بار بار اس نے درخواست کی، بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب ارشاد فرمایا۔

## حالات کی حکمت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما یزال البلاء بالمؤمن والمؤمنۃ فی نفسہ وولده ومالہ، حتی یلقى اللہ تعالیٰ، وما علیہ خطیئة۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آزمائشیں ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت پر ان کی جان میں، ان کی اولاد میں اور ان کے مال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر آتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

پہلے بھی بتلایا گیا، پچھلی روایتوں میں بھی آیا کہ آدمی پر جو مختلف حالات و مصائب آتے ہیں، کبھی اس کی جان میں، جیسے اس کو خود کوئی تکلیف پہنچی، بیماری لاحق ہوگئی، بخار آیا اور کسی بیماری میں مبتلا ہوا، کوئی عضو ٹوٹ گیا، ہڈی ٹوٹ گئی، کسی عضو کی صلاحیتوں سے محروم ہو گیا یا اور کسی طریقے سے اس کی ان کو تکلیف پہنچی، یا اس کی اولاد بیمار ہوئی، اولاد کو کوئی حادثہ پیش آیا، اولاد کی نعمت ہی چھین گئی، جو بھی

شکل ہو، یا مال کے سلسلے میں کوئی مالی نقصان پہنچا، کاروبار میں کوئی کمی آگئی۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو حالات آتے ہیں وہ تین قسم کے آسکتے ہیں: جان پر، اولاد پر یا مال پر، تو ان تینوں چیزوں پر مختلف آزمائشیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں، اس کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ یہ چیزیں اس پر بھیج کر اس کو گناہوں سے پاک صاف کرتے رہتے ہیں، یعنی ان مصائب کی وجہ سے اس کے گناہ دھلتے ہیں، گناہوں کی صفائی ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب موت کا اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت آتا ہے، تو ان مصائب کی وجہ سے وہ بالکل پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے اور کوئی گناہ اس پر نہیں ہوتا، گویا ایسے حالات جب آدمی پر آئیں تو ان کی وجہ سے دل گرفتہ یا پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ یوں سمجھے کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے میرے اوپر نعمت ہی نعمت ہے۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے، آدمی اس میں صبر کا اظہار کرے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے اور جیسا موقع ہو اس کے مناسب حال اللہ تعالیٰ کے ان فیصلوں پر عمل کرتا رہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر کوئی مصیبت آئی تو صبر سے کام لے، کوئی نعمت ملی ہے تو شکر کا اظہار کرے، جیسا کہ پہلے بھی آگیا۔ یہ مصائب جو آتے ہیں وہ بے کار نہیں ہیں، ان کی وجہ سے آدمی گناہوں سے پاک صاف ہوتا رہتا ہے۔

## مت پوچھ ان خرقہ پوشوں کی..... (قسط نمبر ۲۶)

از: مولانا مفتی سید محمد اسحاق نازکی قاسمی صاحب

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ [علیہ رحمۃ اللہ الباری]

(۱۹) اجوبہ اربعین (کامل): شیعہ حضرات کے چالیس اعتراضات کے جوابات ہیں۔ اس کا پہلا حصہ آپؒ کی اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب انیٹھویؒ کی مشترکہ تصنیف ہے۔ دوسرا حصہ تنہا آپؒ کی تصنیف ہے۔

(۲۰) واقعہ میلادِ شامی: شاہ جہاں پور میں بین المذاہب کے پہلے مناظرے ۱۲۹۳ھ کی روئداد ہے جس میں اصول دین کی حقانیت پر بحث ہے۔

(۲۱) قصائد قاسمی: تین زبانوں (اردو، فارسی اور عربی) میں کلام منظوم ہے جو قصیدہ بہاریہ، شجرہ طریقت اور دیگر قصائد مدحیہ کا مجموعہ ہے۔

(۲۲) الاجوبۃ الکاملۃ فی الاسولۃ الخاملۃ: نام خالص عربی زبان مگر کتاب اردو میں ہے۔ ردِ تشیع پر لکھی گئی ہے۔

(۲۳) حاشیہ بخاری شریف: حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ کے حکم سے بخاری شریف کے آخری چھ پاروں کا حاشیہ بزبان عربی مع اعتراضات اور تائید مسلک احناف کو محیط ہے۔

(۲۴) مصابیح التراتوج: بیس رکعت تراویح کے ثبوت پر عقلی و نقلی دلائل سے بھر پور کتاب ہے۔

(۲۵) جوابات محذورات عشر: آپؒ کی کتاب مستطاب تحذیر الناس پر بعض حضرات کے علمی اشکالات کے جوابات اس کتاب میں ہیں۔ جو اعتراض کرنے والے مان گئے ہیں اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے ہیں۔

(۲۶) انتباہ المؤمنین: بزبان فارسی، مشکوٰۃ شریف باب مناقب العشرہ فصل ثالث میں حضرت علی۔ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ایک حدیث شریف کی مکمل شرح ہے۔

(۲۷) مکاتیب قاسم العلوم (فارسی): اس کتاب میں بعض اہم عقائد اسلامیہ کی دلنشین تشریح ہے۔ شیعوں کے بعض فاسد عقائد کی تردید اور چند ایک فقہی مسائل کی وضاحت ہے۔

(۲۸) الحظ المقسوم من قاسم العلوم: اس کتاب میں بعض فلسفیانہ نظریات کی تردید اور سماع و غنا کی تحقیق ہے۔ فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔ (سوانح علمائے دیوبند ج ۲۔ ملخصاً ص ۶۶ تا ۸۲)

### اصلاح معاشرہ کے حوالے سے خدمات

اس زمانے میں بہت ساری مسلم بستیوں اور گھرانوں میں ہندوؤں کے کچھ مذہبی اور سماجی رسومات عام تھیں۔ ان میں ایک رسم یہ تھی کہ عورت بیوہ ہونے کے بعد مرتے دم تک دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ چاہے نئی نویلی دلہن بیوہ ہوگی ہو یا وہ بیوہ ہونے کے بعد بالکل بے سہارا ہو چکی ہو۔ دوسرے نکاح کو بہت بڑا گناہ اور

بہت بڑا عیب سمجھا جاتا تھا اور بیوہ عورت کو منحوس سمجھا جاتا تھا کہ وہ اپنے شوہر کو کھا گئی اور جو نکاح ثانی کراتا تھا تو اس کے ساتھ بائیکاٹ کیا جاتا تھا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے احباب کے ساتھ مل کر اس رسم کو جڑ سے اکھاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہاں تک کہ اپنی عمر رسیدہ بیوہ بہن اور بوڑھی بیوہ خالہ کا دوسرا نکاح کرا کے اپنے گھر سے ہی اس کا آغاز فرمایا۔ خطوط لکھ لکھ کر اور بیواؤں کے سر پرستوں سے مل کر اور پُر جوش خطابات کر کے اس رسم بد کو ختم کر دیا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں سے ایک اور رسم بد لی تھی اور یہ رسم عام تھی کہ رخصتی کے موقع پر جو کچھ بیٹی کو دینا ہوتا تھا دے دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اب اس کا وراثت میں کوئی حق نہیں رہتا ہے۔

حضرت نانوتویؒ نے اس رسم بد کو مٹانے کے لئے رات و دن کوشش کی اور وراثت کی اہمیت و عظمت اور اس کے مسائل سمجھائے حتیٰ کہ مجموعی طور پر یہ رسم مٹ گئی۔ آپؒ نے ایک مرتبہ اعلان فرمایا کہ جن مسلمانوں نے بیٹیوں، بیویوں اور بہنوں کو حق وراثت سے محروم کر دیا ہے اور انہوں نے ان کے حقوق پر عاصبانہ قبضہ کیا ہے تو مسلمان ایسے لوگوں کی جائیداد نہ خریدیں بلکہ خریدنا جائز ہی نہیں ہے۔ اس اعلان کا یہ اثر نکلا کہ بے شمار لوگوں نے توبہ کی اور غصہ شدہ ان مالی حقوق کی ادائیگی عملاً کی۔ اس طرح یہ رسم بد بھی مٹ گئی۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ واجعل الجنة مثواہ۔ آمین

..... جاری .....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## صحیح بخاری کی ایک انتہائی عالی سند

از محمد شوکت علی بھاگلپوری

(شیخ الحدیث) دارالعلوم سعادت دارین ستپون بھروچ گجرات

زیر نظر مضمون ایک ایسی اہم اور قیمتی بحث ہے جس پر احباب اہل تحقیق کی آراء اور نظر ثانی مطلوب ہے۔ اسی لئے اس کو ان اوراق میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ ہمارے رفیق و شفیق محترم مكرم مولانا شوکت علی بھاگلپوری شیخ الحدیث دارالعلوم سعادت دارین ستپون گجرات کے علمی شوق و ذوق سے اس زمانہ سے راقم الحروف کو واقفیت حاصل ہے جب موصوف مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے تازہ تازہ فارغ ہو کر دہلی میں واقع مشہور اور قدیم دینی ادارہ مدرسہ عبدالرب میں حدیث شریف کے درس کی سعادت سے مشرف تھے اور تعطیل کے اوقات میں موصوف اپنی تحقیقات اور اشکالات کو لیکر چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند میں حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں استفسارات کیا کرتے تھے۔ حضرت اقدس عام سوالوں کا کبھی الزامی کبھی تحقیقی جواب حسب حیثیت مسائل کو مرحمت فرمانے کے عادی تھے۔ اس طرح سے انزلوا الناس منازلہم کے حکم کی رعایت کے ساتھ کلموا الناس علی قدر عقولہم کو بھی ملحوظ رکھتے تھے۔ مگر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مولانا شوکت صاحب کے سوالات کو جس توجہ سے سماعت فرماتے پھر اپنی تحقیقات پیش فرماتے یا سابقین کی کتب کا حوالہ بیان کرتے اس سے محسوس ہوتا تھا کہ حضرت والا مولانا صاحب کی باتوں کو کیا حیثیت دیتے ہیں اور کس انداز سے جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ ایسی صورت میں مسائل کے بارے میں بھی جس عظمت اور وقعت کا اظہار ہونا چاہیے ہوتا تھا۔ چنانچہ راقم الحروف ہی نہیں بہت سے اہل علم مولانا موصوف کی علمی

صلاحیت اور شوق تحقیق کے قائل تھے۔ پھر حضرت فقیہ الامت کی خانقاہ میں مولانا موصوف کے ذمہ تعلیم کے کام نے مزید عظمت پیدا کی۔ اسی زمانے میں موصوف کے دارالعلوم سعادت دارین میں بخاری شریف کی تدریس کی سعادت سے بہرہ ور ہونے نے موصوف کے وقار میں مزید اضافہ کیا۔ حضرت فقیہ الامت کی رحلت کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز و خادم حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈو خلیفہ خاص حضرت فقیہ الامت کی مجالس میں مولانا موصوف کی حاضری کی بنا پر یہ تعلق بدستور قائم ہے۔ اس کی بنا پر اکثر و بیشتر ملاقات ہوتی رہتی ہے اور ضروری علمی مباحث میں ان سے مذاکرہ بھی کبھی کبھی ہوتا رہتا ہے۔ گذشتہ دنوں حدیث پاک کی عالی اسناد کے سلسلے میں موصوف نے اپنی ایک تحقیق کا تذکرہ فرمایا۔ راقم الحروف نے اس تحقیق کو دیگر حضرات محققین کی خدمت میں پیش کر کے ان سے مذاکرہ کی درخواست کی جس کو قبول فرما کر انہوں نے درج ذیل تحریر ارسال فرمائی۔ اس کو من و عن ان اوراق میں شائع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سلسلے میں اس فن سے تعلق رکھنے والے حضرات اس پر اپنا تبصرہ تحریر فرمائیں۔ اس کی روشنی میں اس پر بصورت ضرورت غور و فکر کیا جاسکے گا۔

مولانا موصوف کے مضمون سے قبل ایک تمہید پیش خدمت ہے۔ وہ یہ کہ سن انیس سو ستتر (۱۹۷۷ء مطابق ۱۳۹۷ھ) کے وسط میں دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا شریف الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پر ملال ہوا۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں یہ سند جس عظمت کی حامل ہے ظاہر ہے محتاج تفصیل نہیں۔ سوال المکرم ۱۳۹۷ھ میں دورہ حدیث شریف میں جو خوش نصیب مادر علمی سے فیض یاب ہو رہے تھے، ان کے لئے ابھی بخاری شریف کی دونوں جلدوں کے درس کا کوئی انتظام نہیں ہوا تھا جس کی بنا پر طلبہ بہت ہی بے چین تھے۔ بخاری شریف جلد اول کے لئے حضرت مولانا شریف الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ پر کسی بھی شخصیت کا تعین نہیں ہوا تھا۔ بخاری شریف جلد

ثانی سا لہا سال سے حضرت مفتی محمود حسن لنگوہی رحمۃ اللہ پڑھاتے تھے۔ وہ آنکھوں کے آپریشن کے سلسلے میں تشریف لے گئے تھے، اس لئے خود پڑھانہیں سکتے تھے۔ ادھر ان کی جگہ پر بھی کسی شخصیت کا تعین اس جلد کے پڑھانے کے لئے نہیں ہوا تھا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تھے۔ طلبہ میں ان کو کافی عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور نبیرہ قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہونے کی بنا پر بھی ان کی عقیدت طلبہ میں کافی تھی۔ علم و عمل دونوں چیزوں میں ان کی عظمت مسلم تھی۔ چنانچہ طلبہ کی دلداری کے لئے حضرت حکیم الاسلام مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سال مورخہ ۲۳ رزی قعدہ ۱۳۹۷ھ بروز شنبہ صبح سوا گیارہ بجے دارالحدیث فوقانی میں بخاری شریف کی ابتداء بھی خود ہی کرائی اور آخری درس بھی شعبان المعظم میں دارالحدیث تختانی میں انہوں نے ہی دیا۔ اور حسب عادت مشائخ حدیث کی اپنی سند بیان فرما کر طلبہ کو اجازت بھی دیدی۔

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس وقت اپنی تین سندوں سے طلبہ کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی، ان سب اسناد میں ایک سند نہایت عالی تھی وہ یہ تھی۔ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نے بیان فرمایا کہ مجھے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مظاہر علوم سہارنپور کتب خانہ میں اجازت مرحمت فرمائی۔ بعض کتب میں قراۃ بعض میں سماعاً اور یہ فرمایا اس کتب خانہ میں حدیث شریف کی جتنی کتب ہیں ان سب کی میں اجازت دیتا ہوں اور اولیات حدیث میں دو مسلسل کی عملاً اجازت مرحمت فرمائی۔ بقیہ کی تو لا۔ جن کی عملاً اجازت دی وہ حدیث المصافحہ عن انس رضی اللہ عنہ اور دوسری حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ضیافت والی روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی دعوت کھلا کر اپنا جھوٹا پانی پلایا، اس کی اس طرح سے عملاً اجازت دی۔ اس سند میں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب تک صرف دو واسطے ہیں حضرت مولانا خلیل

احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بڑھانوی۔

اس کے بالمقابل دوسری سندوں سے اس حصہ میں بعض جگہ تین واسطے ہیں اور بعض جگہ چار واسطے ہیں۔ مثلاً حضرت مہتمم صاحب کی ہی سند میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک چار واسطے ہیں۔ اول حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، دوم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، سوم حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی، چہارم حضرت شاہ عبدالغنی صاحب، اس کے بعد حضرت شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اس طرح سے دوسری سند میں جو ان کے اپنے والد سے ہے تین واسطے ہیں اول حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دوم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، سوم حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اس اعتبار سے ان تینوں سندوں میں سے عالی سند حضرت سہارنپوری والی سند ہے کہ اس میں حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک صرف تین واسطے ہیں یعنی ان کو اجازت حاصل ہے شیخ مولانا عبدالقیوم بڑھانوی سے اور ان کو اجازت حاصل ہے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اس کے بعد بخاری شریف کی جلد اول کا درس حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد دوسری جلد میں ان ہی کے سپرد کی گئی۔ اس طرح سے دونوں جلدیں اس سال دورہ حدیث شریف کے طلبہ کو مولانا موصوف سے ہی پڑھنی نصیب ہوئیں۔ حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب نے بھی اپنی سند سے اجازت حدیث مرحمت فرمادیں۔ ان کے سلسلے چار تھے۔ ایک میں ان کے اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب تک پانچ واسطے، دوسری میں چار واسطے، تیسری سند میں تین واسطے اور چوتھی سند میں صرف دو واسطے ہیں۔ پہلی سند اس طرح ہے کہ حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب نے بخاری شریف حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور دیگر کتب اپنے برادر اکبر حضرت مولانا محبت الدین احمد صاحب، انہوں

نے مولانا احمد حسن محدث امر وہی سے، انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے، انہوں نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے اور انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب سے لیکر حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب تک پانچ واسطے ہیں۔ دوسری سند میں حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب نے بخاری شریف درسا حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے حضرت شیخ الہند سے، انہوں نے حضرت نانوتوی سے، انہوں نے حضرت شاہ عبدالغنی سے اور انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق سے حدیث پڑھی۔ اس سند میں چار واسطے ہیں۔ تیسری سند میں حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب کو اجازت حاصل ہے محشی تفسیر بیضاوی حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن امر وہی رحمۃ اللہ علیہ سے، ان کو حضرت نانوتوی سے اجازت حاصل ہے، ان کو حضرت شاہ عبدالغنی سے اور ان کو حضرت شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل ہے۔ اس سند میں صرف تین واسطے ہیں۔

چوتھی سند جو سب سے عالی ہے۔ اس میں حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت حاصل ہے مولانا حافظ عبدالرحمن امر وہی سے، ان کو حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے اور ان کو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب سے اجازت حاصل ہے۔ اس سند میں صرف دو واسطے ہیں اور یہ سب سے عالی سند ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کو شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ جب دہلی تشریف لے گئے تھے تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے تعلیم شروع کی۔ بیچ میں تعلیم ترک ہوئی۔ اس دوران شاہ صاحب کی وفات ہو گئی۔ پھر جب دوبارہ دہلی تعلیم کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ بہر حال اس سند میں حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک صرف دو واسطے ہیں اور یہ ان سب سے عالی سند ہے۔

اس میں دو واسطوں والی سند ہی ظاہر ہے کہ عالی ہے۔ اس سند کے بارے میں ہمارے دوست رفیق مولانا شوکت علی بھاگلپوری نے ایک تحقیق ذکر فرمائی ہے جس کا ذکر کرنا یہاں مقصود ہے، وہی درج ذیل ہے:

سند اسلام کی خصوصیت ہے۔

اسناد (یعنی سند متصل کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تقریر و صفات کو نقل کرنا) اسلام کی عظیم امتیازی خصوصیات میں سے ایک ہے، جس کو اکابر و اسلاف نے سنت مؤکدہ بلکہ فرض کفایہ قرار دیا ہے، دنیا کے کسی اور مذہب و ملت کو یہ امتیاز حاصل نہیں ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”الاسناد خصیصة لهذه الامة، وسنة بالغة مؤکدة“ کہ اسناد اس امت کی خصوصیت اور انتہائی مضبوط و مستحکم سنت ہے۔ (تدریب الراوی: ۲۳۱/۲)

آگے مفتی عبد اللہ ٹوکنیؒ نے حاشیہ نزہہ میں فرمایا: ”بل من فروض الکفایة“ بلکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ (نزہۃ النظر: ۸۸، حاشیہ نمبر ۱)

امام عبد اللہ بن مبارکؒ کا ارشاد ہے: ”الاسناد من الدین، ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء (مقدمہ مسلم: ۱۲) کہ اسناد دین کا اہم جزء ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتا تو جس کے جی میں جو آتا وہ کہہ دیتا۔

امام سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے: ”الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح لم یقدر ان یقاتل“ کہ اسناد مؤمن کا ایسا ہتھیار ہے جس کے بغیر دشمن سے لڑا ہی نہیں جاسکتا۔ (تدریب: ۲۳۳/۲)

شیخ ابو علی الجبائی فرماتے ہیں کہ: اللہ جل شانہ نے تین چیزیں خصوصیت کے ساتھ صرف اس امت کو عطا کی ہیں، ان سے پہلے کسی امت کو نہیں ملی۔

(۱) اسناد (۲) انساب یعنی نسب نامہ (۳) اعراب (تدریب: ۲۳۲/۲)

### علو اسناد کی اہمیت

یہ تو عام سند کی بات تھی جب عام سند کی دین میں اتنی اہمیت ہے تو پھر عالی سند جس میں درمیانی راویوں کی تعداد کم سے کم ہو، اس کی عظمت و اہمیت کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں ہے، کیونکہ ایسی سند اقرب الی الصحت ہوتی ہے، جس میں غلطی کا امکان کم سے کم ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر دور میں اسلاف کرام کے یہاں سند عالی کا حصول مرغوب فیہرہا ہے، جس کی طلب میں صحابہ، تابعین اور بعد کے محدثین ہمیشہ سرگرداں رہے ہیں۔ ان حضرات نے علو اسناد کو حاصل کرنے کے شوق میں دور دراز کے سفر سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا۔ قاضی محمد اکرم النصر پوریؒ شرح نزہہ میں تحریر فرماتے ہیں: ”وطلب العلو فیہ امر مطلوب و شان مرغوب“ کہ علو اسناد کا حصول امر مطلوب و مرغوب ہے (امعان النظر شرح نزہۃ النظر: ۲۱۷)

امام نوویؒ تقریب میں فرماتے ہیں: ”وطلب العلو فیہ سنة، ولہذا استحب الرحلة“ کہ اونچی سند کی طلب سنت ہے، اسی لئے رحلت (یعنی حدیث حاصل کرنے کے لئے سفر) کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔ (تدریب: ۲۳۳/۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”طلب الاسناد العالی سنة

عَمَّنْ سَلَفٍ؛ لَانَ اصحاب عبد الله كانوا يرحلون من الكوفة الى المدينة، فيتعلّمون من عمر و يسمعون منه“ کہ سند عالی حاصل کرنا اسلاف کرام (صحابہ، تابعین وغیرہ) کی سنت ہے؛ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردان اسی مقصد سے کوفہ سے مدینہ منورہ کا سفر کیا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ سے حدیثیں سنتے اور ان سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ (تدریب: ۲۳۳/۲)

امام محمد بن اسلم الطوسیؒ فرماتے ہیں: ”قرب الاسناد قربة اوقال: مقرب الى الله عزّ و جلّ“ کہ قرب اسناد اللہ جل شانہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ (تدریب: ۲۳۳/۲ مقدمہ ابن الصلاح: ۲۷۳)

علامہ ابن الصلاحؒ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ”لان قرب الاسناد قرب الى رسول الله. صلى الله عليه وسلم. و القرب اليه قرب الى الله عزّ و جلّ“ کہ قرب اسناد قرب نبویؐ کا ذریعہ ہے اور قرب نبویؐ قرب الہی کا ذریعہ ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ۲۷۳)

شیخ ابوالحسن الصغیر بن محمد صادق سندھی شرح نزہہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: امام یحییٰ بن معینؒ سے مرض الوفا میں کسی نے پوچھا: ”ما تشتهي؟ قال: بيت خالٍ و اسناد عالٍ“ کہ حضرت! اب دنیا سے جاتے ہوئے کیا کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو فرمایا کہ: ہاں! دو چیزوں کی خواہش ہے (۱) خالی گھر کی (جس کے اندر صرف میں ہوں اور میرا خدا) (۲) اور عالی سند کی (کہ دنیا سے جاتے جاتے بھی اگر کوئی سند مل جائے تو اسے حاصل کر لوں) (ہجرت الدرر: ۲۲۳، مقدمہ ابن الصلاح: ۲۷۲، امعان النظر للقاظمیٰ اکرم: ۲۱۷)

علو اسناد کی اسی اہمیت کی بنا پر اصول حدیث کی کتابوں میں سابق و لاحق کی بحث اور رواۃ حدیث کی تاریخ ولادت و وفات کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ اور حافظ سیوطیؒ نے سابق و لاحق کی معرفت کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ”ومن فوائده: حلاوة علو الاسناد) في القلوب، وان لا يظن سقوط الشئ من الاسناد“ کہ اس کا ایک فائدہ دلوں میں علو اسناد کی مٹھاس و لذت حاصل ہونا ہے اور دوسرا فائدہ درمیان میں سے کسی راوی کے سقوط کا گمان ختم ہونا ہے۔

### حضرت شاہ ولی اللہؒ اور علو اسناد

صحابہ کرام تابعین عظام اور دیگر اسلاف کی طرح ہمارے اکابر اور بزرگان دین کے دلوں میں بھی ہمیشہ علو اسناد کے حصول کا جذبہ موجزن رہا ہے۔ چنانچہ علمائے دیوبند کے فکری پیشوا اور سرخیل جماعت حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے پہلے تو اپنے استاذ شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی الکورانی المدنی رحمہ اللہ سے صحاح ستہ پڑھ کر، ان کی عام اور مشہور سند حاصل کی، جس میں شاہ ولی اللہ اور امام بخاریؒ اور دیگر مصنفین صحاح کے درمیان راویوں کے تیرہ واسطے ہیں، پھر اپنے شیخ سے بخاری شریف کی ایک عالی سند حاصل کی، جس میں حضرت شاہ ولی اللہ اور امام بخاریؒ کے درمیان راویوں کے صرف دس واسطے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے مسلسلات کے سلسلے میں مرتب کردہ اپنی کتاب ”الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم“ کے اندر ”حدیث مسلسل بالمشاركة“ کو اسی

عالی سند سے نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے: ”قلت: وانا اروی صحیح البخاری کللہ بهذا السند، وهو کما تری فی غایة العلو، بینی و بین البخاری عشرة، ويقع ثلاثیات البخاری عندنا بهذا السند اربع عشریات و فیہ لطیفة التسلسل بالمشاركة (الفضل المبین: ۷۵) کہ پوری صحیح بخاری میں اسی سند سے نقل کرتا ہوں، اور اس سند میں جیسا کہ دیکھ رہے ہیں میرے اور امام بخاری کے درمیان صرف دس واسطے ہیں، اس اعتبار سے ثلاثیات بخاری مجھ تک صرف چودہ واسطوں سے پہنچتی ہیں۔

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب برنی رحمہ اللہ مسلسلہات کے حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اس عالی سند کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ”عجالة نافعة ہیں اور شیخ محمد محسن بن یحیی البکری نے الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی“ کے اندر شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی سند بخاری کے ضمن میں ذکر نہیں کیا ہے۔ پتہ نہیں اس قدر عالی سند ہونے کے باوجود اس کے ترک کی کیا وجہ رہی ہوگی، ہاں، البتہ شیخ محمد محسن البکری نے ”شاہ عبدالغنی عن الشیخ محمد عابد السندی“ والی سند میں اس کا ذکر کیا ہے۔

شیخ نصیر احمد اور علو اسناد

اسی جذبے کے تحت حضرت الاستاذ مولانا نصیر احمد خان صاحب البرنی نور اللہ مرقدہ نے بھی اپنی معروف سند کے علاوہ ایک معمر بزرگ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب امر و ہوی نور اللہ مرقدہ سے حدیث پڑھ کر، ان کی عالی سند حاصل کی

جس میں حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ حضرت مولانا عبد الرحمان صاحب نے حدیث پڑھی حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے، اور انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ سے، یہ سند انتہائی درجہ عالی ہے، کیونکہ حضرت الاستاذ کی جو معروف سند ہے، اس میں حضرت والا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے درمیان چھ واسطے ہیں، حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب نے جن اساتذہ کرام سے حدیث کی کتابیں پڑھیں وہ سب حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔

یہ خاکسار بھی علو اسناد حاصل کرنے کی خاطر عرب و عجم کے متعدد محدثین کرام کی خدمت میں نیاز مندانه حاضر ہوا ہے، اور ان سے ان کی عالی سندیں حاصل کی ہیں، جن میں سے چند قابل ذکر نام یہ ہیں (۱) شیخ عبداللہ بن احمد بن محسن الناحی الیمانی (جدہ) (۲) شیخ محمد عوامہ الحلمی جانشین شیخ عبدالفتاح ابو غدہ (مدینہ منورہ، فی الحال شیخ محمد عوامہ ترکی میں قیام پذیر ہیں) (۳) جواں سال محدث شیخ فرید الباجی الماکی (تونس) (۴) حکیم احمد حسن صاحب جے پوری تلمیذ رشید شیخ حیدر علی ٹوکنی وغیر ہم؛ مگر ساری تگ و دو کے بعد اخیر میں اندازہ یہ ہوا کہ دور حاضر میں عرب و عجم کے اندر حضرت الاستاذ مولانا نصیر احمد خان صاحب البرنی کی اس سند سے عالی کوئی اور سند دستیاب نہیں ہے (فلله الحمد و المنة) اس سند میں حضرت الاستاذ اور امام بخاری کے درمیان صرف چودہ راویوں کے واسطے ہیں، جبکہ

معروف سند میں حضرت الاستاذ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے درمیان اکیس واسطے ہیں۔

## مقام مسرت

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ حضرت الاستاذ مولانا نصیر احمد خان صاحب برنی کے تلامذہ حدیث اور ان کے شاگردوں کے لئے بے حد مسرت و شادمانی کا مقام ہے کہ حضرت والا تمام کتب حدیث میں صرف تین واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ تک اور صحیح بخاری میں صرف چودہ واسطوں سے امام بخاری رحمہ اللہ تک پہنچتے ہیں، جبکہ معروف سند میں حضرت والا اکیس واسطوں سے امام بخاری تک پہنچتے ہیں۔

## بڑے خوش نصیب ہیں

کس قدر خوش نصیب ہیں ہمارے مشفق و محسن، ممدوح فرما حضرت اقدس مولانا محمد رحمت اللہ میر قاسمی (خلیفہ اجل و منظور نظر حضرت فقیہ الامت و رکن شوری دارالعلوم دیوبند و مہتمم دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر) کہ موصوف نے بخاری شریف دونوں جلد مکمل حضرت اقدس مولانا نصیر احمد خان برنی رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے پڑھی، موصوف کے حکم پر ہی خاکسار نے یہ تحریر قلمبند کرنے کی جسارت کی ہے؛ تاکہ علو اسناد کے متلاشی طلبہ حدیث حضرت الاستاذ کے تلامذہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سند عالی حاصل کر سکیں۔ مولائے کریم اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی اس سلسلہ عالیہ کی برکات سے مالا مال فرمائے اور اکابر و اسلاف کے فکرو

منج اور طریقے کے مطابق قبولیت و مقبولیت کے ساتھ دین متین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اب ہم بخاری شریف سے متعلق اپنی یہ عالی سند ذکر کرتے ہیں۔  
خاکسار محمد شوکت علی بھاگلپوری (شیخ الحدیث دارالعلوم سعادت دارین ستپون بھرونج گجرات) عرض کرتا ہے کہ بندہ نے بخاری شریف پڑھی حضرت اقدس مولانا نصیر احمد خان برنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے، انہوں نے مولانا عبدالرحمان امر وھوی سے، انہوں نے حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی سے، انہوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے، انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ سے، انہوں نے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی سے، انہوں نے اپنے والد ابراہیم بن حسن الکردی الکورائی سے، انہوں نے شیخ عبداللہ بن ملا سعد اللہ لاہوری سے، انہوں نے شیخ قطب الدین محمد بن احمد نہروالی سے، انہوں نے اپنے والد شیخ علاء الدین احمد بن محمد نہروالی سے، انہوں نے حافظ نور الدین ابوالفتوح احمد بن عبداللہ بن ابی الفتوح الطاوسی سے، انہوں نے شیخ بابا یوسف لھر وی سے، انہوں نے شیخ محمد بن شاذ بخت الغرغانی سے، انہوں نے شیخ ابولقمان یحییٰ بن عمار الخٹلائی سے، انہوں نے شیخ محمد بن یوسف بن مطہر الفربری سے، انہوں نے امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری سے۔

خاکسار کا یہ سلسلہ سند پندرہ واسطوں سے امام بخاری رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کا نیاز مند خادم محمد شوکت بھاگلپوری

## سر پر عمامہ باندھنے کی فضیلت

(احادیث کی روشنی میں)

مولانا مفتی حقیق اللہ صاحب

استاذ حدیث مدرسہ بیت العلوم سرانے میرا عظیم گڑھ

عمامہ آدمی کے وقار میں اضافہ کرنے والی ایک بہت پیاری سنت ہے۔

عمامہ کی تعریف

”مَا يُلْفُ عَلَى الرَّأْسِ“ یعنی وہ کپڑا جو سر پر لپیٹ لیا جائے۔ (المعجم

الوسیط)

عمامہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اکثر مدت حیات میں عمامہ باندھنے کا

اہتمام کیا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے نیچے ٹوپی پابندی سے استعمال

فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان یہی امتیاز ہے کہ ہم

ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمامہ کا شملہ دونوں شانوں

کے درمیان پشت کے درمیانی حصے پر چھوڑتے تھے۔ (کتاب اللباس / باب فی سدل

العمامہ بین الکنفین / ترمذی شریف) اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمامے کا

شملہ دائیں جانب کان کی طرف چھوڑتے تھے۔ (مجمع الزوائد: ۱۲۰/۵)۔ نیز بعض

احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو شملہ چھوڑنے کا ذکر ہے ایک آگے اور ایک پیچھے۔

إِذَا اعْتَمَّ ارْخَى عِمَامَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ (مجمع الزوائد: ۱۵)

(۱۲۰) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بلا شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھتے تھے۔

(زاد المعاد: ۵۰/۱)

شملہ کتنا چھوڑا جائے

شملہ چھوڑنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک

مختلف تھا، خود حدیث شریف میں شملہ چار انگل کے بقدر چھوڑنے کا ذکر ہے۔ (مجمع

الزوائد: ۱۲۰/۵)۔ بعض فقہائے کرام نے ایک بالشت شملہ چھوڑنے اور بعض نے بیٹھنے

کی جگہ تک لمبا شملہ چھوڑنے کا ذکر کیا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ص: ۲۳۰)۔ حضرت عبداللہ

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ آپ ایک بالشت یا اس سے کم اور کبھی ایک

ہاتھ کے قریب شملہ چھوڑتے تھے۔ (تحفة الاحوذی: ۲۹/۳)

عمامہ کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے

عمامہ کی کوئی خاص لمبائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح و صریح طور پر ثابت

نہیں ہے، علامہ سیوطی نے صاف طور پر تحریر کیا ہے کہ: ”أَمَّا مِقْدَارُ الْعِمَامَةِ

الشَّرِيفَةِ فَلَمْ يَثْبُتْ فِي حَدِيثٍ“، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار

کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے؛ گرچہ بعض علماء نے علامہ نووی کے حوالے سے

نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے، ایک بڑا جو

بارہ ہاتھ کا تھا، دوسرا چھوٹا جو سات ہاتھ کا تھا۔ (تختہ عن القاری: ۳۹/۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال فرماتے تھے، فتح مکہ کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کا عمامہ زیب تن کر رکھا تھا۔ (شمال ترمذی)۔ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید اور زرد رنگ کے عمامے بھی استعمال کئے ہیں۔ (الحاوی: ۱۰۴۲)۔ نیز بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر سفر میں سفید اور حضر میں سیاہ عمامہ باندھا کرتے تھے۔ (المواہب اللدنیہ: ۴۵)

### عمامہ باندھنے کے فضائل احادیث کی روشنی میں

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمامہ باندھا کرو، اس سے حلم و بردباری میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۱۹/۵)۔ ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن نماز میں عمامہ استعمال کرنے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ (ابوداؤد شریف و مجمع الزوائد: ۱۲۱/۵)۔ یہ روایت سنداً ضعیف ہے؛ لیکن باب فضائل میں اتنا ضعف قابل تحمل ہوتا ہے۔ اسماعیل ابن عبداللہ ابن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زعفران میں رنگے ہوئے دو کپڑے دیکھے، چادر اور عمامہ۔ (مستدرک حاکم: ۱۹۰/۴)۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ عمامہ باندھا کرو، اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ (بخاری)۔ عمرو بن حفص کہتے

ہیں وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے، سیاہ عمامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان تھا۔ (خصائل نبوی)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، سنت ہے۔ (یعنی)

### عمامہ باندھنے کے فوائد

عمامہ باندھنے کے متعدد فوائد ہیں: (۱) سر پر عمامہ باندھنا لو لگنے سے بچاتا ہے۔ (۲) عمامہ باندھنے کے طفیل دائمی نزلہ نہیں ہوتا اور اگر پہلے سے ہو تو عمامہ پہننے کی برکت سے دائمی نزلہ کے اثرات کم ہو جاتے ہیں۔ (۳) عمامہ باندھنا درد سر سے بچاتا ہے۔ جو شخص عمامہ باندھے گا اسے درد سر لاحق ہونے کا خطرہ کم ہو جائے گا۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ص ۱۵۰)۔ (۴) عمامہ باندھنا دماغی قوت بڑھانے اور یادداشت میں اضافے کے لئے نہایت عجیب الاثر ہے۔ (۵) عمامہ کا شملہ آدمی کو ریڑھ کی ہڈی کے ورم سے بچاتا ہے، نیز عمامہ کا شملہ آدمی کو نیچے کے دھڑ میں فالج لاحق ہونے سے بھی بچاتا ہے کیونکہ عمامے کا شملہ حرام مغز کو سردی، گرمی اور موسمی تغیرات سے محفوظ رکھتا ہے، اسی لئے عمامہ باندھنے والے شخص کو سر سام لاحق ہونے کا خطرہ کم رہتا ہے، فزیالوجی کی تحقیق کے مطابق جب حرام مغز محفوظ رہے گا تو جسم کا اعصابی وعضلاتی نظام بھی چست ودرست رہے گا۔ (۶) آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ کے کپڑے پسند تھے۔ پس جو شخص سفید عمامہ باندھے گا وہ دماغ اور دماغی اعصاب میں گرمی کی تمازت اور لو کے برے اثرات سے محفوظ رہے گا نیز سفید عمامہ باندھنے والے کو لو لگنے، سرسام اور دماغی فالج جیسے امراض سے بہت کم دوچار ہونا پڑتا ہے۔

سنت نبوی اور جدید سائنس کے مصنف حکیم محمد طارق چغتائی رقم طراز ہیں کہ فیصل آباد کے ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ دائمی نزلہ اور دوسری بیماریاں سے مبتلا تھے، کسی نے انہیں عمامہ باندھنے کا مشورہ دیا، پس انہوں نے پابندی کے ساتھ عمامہ باندھنا شروع کر دیا، جس کی برکت سے انہیں بہت آفاقہ ہوا۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ص ۱۵۱ پیغمبر پیر)

### عمامہ باندھنے کا شرعی حکم

عمامہ باندھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن عادیہ میں سے ہے، جسے اتباع سنت کی نیت سے اختیار کرنا ایک مستحسن عمل اور نہایت باعث ثواب و برکت ہے۔ ہاں اگر کوئی جسمانی مانع ہو تو نہ باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور نہ ہی عمامہ نہ باندھنے والے شخص پر تکبیر کی جاسکتی ہے۔

### جس عمامے پر چاندی کا نقش و نگار ہو اس کو باندھنے کا حکم

عمامہ و دستار پر اگر چاندی کے نقش و نگار کنارے پر چار انگل سے کم یا اس کے برابر ہوں تو پہننے کی اجازت ہے۔ پھر وہ خواہ اتنا گنجان ہی کیوں نہ ہو جس سے

عمامہ کا کپڑا چھپ جائے؛ اسی طرح چاندی کا نقش عمامہ کے کنارے پر نہیں ہے؛ بلکہ پورے عمامہ پر متفرق طور پر ہے اور جب سب کو جمع کر کے دیکھا جائے تو چار انگل سے زائد نہ ہو، تب بھی درست ہے۔ (زیب وزینت کے شرعی احکام: ص ۶۵، جامع الفتاوی: ۴۰۴/۱)

### عمامہ کے بجائے رومال

اگر کوئی شخص عمامہ کے بجائے رومال سر پر باندھتا ہے تو اسے عمامہ باندھنے والا نہیں سمجھیں گے؛ البتہ رومال باندھنے کو عمامہ پہننے کے قائم مقام کہہ سکتے ہیں۔ (جامع الفتاوی: ۴۰۴/۱)

### حرف تمنا

کاش آج تمام مسلمان بالخصوص عربی مدارس کے اساتذہ و طلبہ عمامہ کی سنت اپنے سروں پر سجاتے تو ”تَعَمَّمُوا تَسْوِدُوا“ (عمامہ باندھا کرو، سردار ہو جاؤ گے) کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور جس طرف سے گذرتے اللہ کی رحمت ان پر سایہ فگن ہوتی۔

تیرے محبوبؐ کی یا رب شہادت لے کے آیا ہوں

حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

(رسالہ فیضان اشرف ص ۲۳ تا ۲۴)

## اخبار دارالعلوم

محمد رحمت اللہ

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی تشریف آوری

تین سال کے طویل وقفہ کے بعد اللہ پاک کے فضل و کرم سے مورخہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۶ جون ۲۰۲۲ء کو حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور، خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب و خادم خاص حضرت فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب کی تشریف آوری ہوئی۔

پروگرام بہت ہی مختصر تھا۔ اگرچہ حضرت مولانا دہلی سے علی الصبح روانہ ہوئے اور یہاں سے عصر کی نماز پرواپسی کے لئے جہاز میں بیٹھے لیکن طویل مسافت کی بنا پر یہاں پہنچ کر یہ چند ہی محدود گھنٹے بن گئے۔ ایئر پورٹ سے روانہ ہو کر گیارہ بجے کے قریب حضرت مولانا دارالعلوم رحیمہ پہنچے۔ تین سال کے طویل وقفے کے بعد خانقاہ میں تشریف لائے ہوئے حضرات جو تمام اطراف سے آئے تھے شوق سے سراپا انتظار بنے بیٹھے تھے۔ حضرت مولانا فجر کی نماز سے پہلے اپنے جائے مقام دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور فجر کے فوراً بعد جہاز میں بیٹھنے کی ترتیب تھی، پھر ایئر پورٹ سے بانڈی پورہ تک کا سفر پچاس ساٹھ کلومیٹر کا۔ اس لئے مسلسل سفر کی وجہ سے تھکاوٹ کے باوجود حضرت مولانا نے بغیر کسی توقف اور آرام کے سب سے پہلے کتب خانہ دارالعلوم رحیمہ کا معائنہ فرمایا۔ اس کے فوراً بعد خانقاہ سے متعلق خدام حضرات جو بڑے حضرت یعنی فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب کے زمانے سے سکول کی عمر میں

ان سے منسلک ہونے کی بنا پر ہمیشہ اس موقع پر خدمات مہمانان انجام دیتے چلے آ رہے ہیں سے ملاقات فرمائی۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے دارالعلوم رحیمہ کے اساتذہ کرام جن میں ناظرہ، حفظ اور تجوید قرأت اور شعبہ عربی کے جملہ اساتذہ شامل تھے کے ساتھ دارالعلوم رحیمہ کے مہمانخانہ میں مختصر مجلس فرمائی۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مسجد شریف فوقانی دارالعلوم رحیمہ جہاں خانقاہ سے تعلق رکھنے والے تمام حضرات جمع تھے، طلبہ دارالعلوم رحیمہ بھی ان میں شامل ہو کر موجود تھے ان میں آ کر مولانا موصوف نے بہت مختصر لیکن انتہائی پُر اثر بیان فرمایا، موضوع تھا توبہ اور استغفار۔

مولانا کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ ایمان سے آدمی کا تعلق اللہ سے جڑ جاتا ہے اور وہ اللہ کا ولی ہو جاتا ہے پھر یہ آدمی کے اپنے اختیار کی بات ہے کہ وہ اس تعلق کو آگے بڑھاتا ہے یا کمزور کرتا ہے۔ مولانا نے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ گناہوں کی وجہ سے یہ تعلق کمزور ہوتا رہتا ہے اور اگر آدمی گناہوں کو زیادہ کرتا ہے تو اس کا ایمان بھی بہت ہی ضعیف ہو جاتا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ آج کے زمانے میں دیگر گناہوں کے علاوہ گناہوں کا ایک بڑا ذریعہ موبائل بھی ہے۔ اس کے استعمال میں احتیاط کرنی چاہیے۔ صرف ضرورت میں ہی اس سے کام لینا چاہیے۔

مزید سمجھاتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ہمیں موبائل سے دوسری طرح کی عبرت بھی حاصل کرنی چاہیے۔ مثلاً یہ کہ موبائل میں مسیجیں ایک موبائل سے دوسرے

موبائل کی طرف بھیجی جاتی ہیں اس سے بظاہر موبائل کی شکل اور وزن پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بالفرض اگر ہزار مسجیں بھی ایک موبائل سے دوسرے موبائل کو بھیجی جائیں تو بھیجنے والے موبائل کا وزن کم نہیں ہوتا اور جس موبائل پر یہ مسجیں بھیجی جائیں اس کا وزن بھی نہیں بڑھتا۔ اگر پی ڈی ایف بنا کر ہزاروں صفحات کی کتاب بھی کسی موبائل میں بھیج دی جائے تب بھی اس کا وزن نہیں بڑھتا۔ لیکن قیامت کے دن ان سب چیزوں جن کو موبائل میں بولا یا سنا گیا کو بھی تولاجائے گا۔ اُس وقت ان ساری چیزوں کا وزن ہوگا۔ اس لئے غور و فکر کرنا چاہیے۔

اسی طرح مولانا نے یہ بھی سمجھایا کہ جس طرح سے موبائل کو استعمال کرنے سے بیٹری کا چارج کم ہو جاتا ہے اسی طرح گناہوں کی وجہ سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ بیٹری کے کمزور ہونے پر اس کو دوبارہ چارج کرنا پڑتا ہے، اسی طرح سے نیک اعمال، توبہ، استغفار سے ایمان کی بیٹری چارج ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ایمان کی بیٹری چارج ہوتی رہے۔ اس کے لئے توبہ و استغفار اور اعمالِ صالحہ کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ علماء و صالحین کی مجالس سے بھی اس میں تازگی آتی ہے۔

مولانا نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ اصل توبہ دل کی ندامت کا نام ہے۔ آدمی اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور دل پر چوٹ پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت آتی ہے۔ دل پر ندامت سے چوٹ کا پڑنا اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر آنکھوں سے چھوٹا سا آنسو جاری ہونا بہت بڑی قیمت رکھتا ہے۔ یہ جہنم کی آگ سے بچائے گا۔ دل پر چوٹ پڑنے اور گناہوں پر ندامت کے سلسلے میں حضرت مولانا نے تین انتہائی موثر واقعات بھی سنائے جن سے سامعین کے دل متاثر ہوئے، آنکھیں بھی

بھرا آئیں۔ چونکہ بقول شاعر۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

اخیر میں حضرت مولانا نے یہ خاص بات سمجھائی کہ موبائل اس زمانے میں آپسی رابطہ کا قریب ترین ذریعہ ہے جیسے پہلے زمانے میں اس کی پُرانی ترتیب ٹیلی فون تھا۔ اب ترقی کر کے اس سے متعدد ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ موبائل سے لکھنا پڑھنا بھی ہوتا ہے، بوقت ضرورت وقت بھی معلوم ہوتا ہے، دوسری چیزیں بھی پائی جاتی ہیں اور دوسروں سے رابطہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن جب رابطہ کے لئے کوئی فون کرتا ہے تو ہر دوسرا کام موقوف ہو جاتا ہے۔ ساری چیزیں موقوف ہو کر گھٹی بجتی ہے اور رابطہ قائم ہوتا ہے۔ اسی طرح سے ہمارا رابطہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ایمان کے ذریعہ سے ہے۔ اس کو ولایت کہتے ہیں۔ ایمان کی بنا پر آدمی اللہ کا ولی بنتا ہے۔ یہ اس کے اختیار میں ہے کہ ایمان پر کتنی محنت کرتا ہے، کتنے اعمالِ صالحہ کرتا ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پاتا ہے۔ اس لئے انسان کو یہ رابطہ ولایت کا زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا چاہیے، اتنا مضبوط کہ جب اللہ کا حکم آئے تو آدمی کسی بھی مشغولیت میں ہو، تجارت، زراعت، دفتر، مدرسہ، بازار، اس حکم پر فوراً اللہ سے رابطہ قائم ہو اور اس کے دربار میں حاضر ہو۔ دوسرے کسی بھی کام میں مشغولیت ہو وہ کام موقوف ہو جائے اور حکم الہی پورا کیا جائے۔

اس مختصر مگر پُر اثر نصیحت کے بعد مولانا کی دعا پر مجلس مکمل ہوئی اور حاضرین نے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ نظم و ضبط کے پابند رہنے کی وجہ سے ڈیڑھ ہزار سے زائد کے مجمع نے چند منٹوں میں اس سنت سے فراغت حاصل کی۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولانا مدرسہ سے قریب میں واقع

مسجد رحمۃ اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تشریف لے گئے۔ وہاں پر نماز ظہر ادا فرمائی اور نماز کے فوراً بعد ایک نکاح پڑھوایا۔ وہاں سے فراغت پا کر طے شدہ پروگرام کے مطابق دارالعلوم رحیمیہ کے ماتحت نئے قائم شدہ ادارہ مدرسہ اصلاح البنات میں تشریف لئے گئے۔ پردہ کے اندر حاضر شدہ مستورات اور طالبات کو دفتر مدرسہ سے لاؤڈ سپیکر سے مختصر نصح سے نوازا اور دعا فرما کر واپسی کا عمل شروع ہوا۔

وقت کم ہونے کی بنا پر بانڈی پورہ سے براہ راست ایئر پورٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ سرینگر پہنچ کر حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کے لئے دارالعلوم کے ماتحت چلنے والے ادارہ الحمد فلاحی ادارہ پارمپورہ میں دس پندرہ منٹ رکنا ہوا۔

سرینگر ایئر پورٹ میں نماز عصر ادا کی گئی، جبکہ نماز مغرب دہلی ایئر پورٹ پر جہاز سے اترنے کے بعد ادا کی گئی۔ حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے میزبان حاجی منصور ممتاز صاحب کے مکان پر عشائیہ کا انتظام تھا۔ ان کے مکان کے متصل مسجد شریف میں نماز عشاء ادا کرنے کے بعد کھانا تناول کر کے پرانی دلی ریلوے اسٹیشن سے راجستھان جامعہ برکات الاسلام کھیروا کے لئے ریل سے روانگی ہوئی۔ فجر کی نماز ریل میں ہی ادا ہوئی اور اشراق کے آس پاس نول گڑھ راجستھان اسٹیشن پر پڑاؤ ہوا۔ حضرت مولانا محمود حسن قاسمی مہتمم جامعہ برکات الاسلام کھیروا اور کن شوری دارالعلوم دیوبند اپنے رفقاء کے ساتھ اسٹیشن پر موجود تھے۔ بنگلور سے تشریف لائے ہوئے حاجی حسن موسیٰ (میزبان حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)، احمد آباد سے حاجی ہارون صاحب اور مدراس کے حضرات بھی اسٹیشن پر استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ قریبی بستی میں ناشتہ سے فارغ ہو کر مسجد

شریف اور بعض عمارتوں کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ لکشمین گڑھ میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب قاسمی کے برادر اصغر کی مجوزہ تعمیر پر دعا کے بعد جامعہ برکات الاسلام کھیروا حاضری ہوئی۔ نماز ظہر سے قبل کھانے سے فراغت ہوئی۔ ڈھائی بجے نماز ظہر ہوئی۔ اس موقع پر کافی مجمع کے علاوہ خواص میں سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کے اراکین میں سے حضرت مولانا انوار الرحمن صاحب بجنوری، حضرت مولانا محمد ابراہیم ملک مدراسی اور نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عبدالحق مدراسی بھی تھے۔ علاقہ کے علماء کا بھی بڑا مجمع موجود تھا۔ سوچ رہا تھا کہ محض ایک نکاح میں شرکت کے لئے اتنا بڑا مجمع اور اتنے علماء کرام کی شرکت؟ لیکن جب ظہر کے بعد مجلس شروع ہوئی تو پتہ چلا کہ اس مجلس میں گیارہ نکاح ہونے والے ہیں اور بغیر مروجہ رسوم کے نہایت سادگی کے ساتھ بس اس مجلس میں ان نکاحوں کا انعقاد اور ان کی تکمیل ہے۔ کسی قسم کی رسوم اور رواج کا کوئی عمل اس کے بعد یا اس سے قبل نہیں ہے۔ گویا کہ یہ اصلاح معاشرہ کا عملی اقدام تھا جس سے دیکھنے والوں کو اور شریک ہونے والوں کو دعوت عمل ملنے کی امید ہے اور مولانا محمود حسن صاحب اس کو بطور مہم انجام دے رہے ہیں کہ سادگی کے ساتھ نکاحوں کا یہ سلسلہ ہو اور رسوم سے خالی ہو۔ چنانچہ بعض لوگوں کا مہران کی مالی حیثیت کے مطابق صرف پانچ ہزار روپے رائج الوقت تھے۔ جن حضرات کے نکاح ہوئے ان میں کئی حضرات علماء تھے۔

نکاح دین کا شعبہ ہے اور دین اسلام ہی اللہ کے ہاں قابل قبول ہے اور یہ مکمل دین ہے۔ مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے زندگی کے ہر شعبہ میں اس نے رہنمائی کی ہے۔ اس لئے ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق ہر شعبہ میں

اسلام کی ہدایات موجود ہیں۔ جن کو عمل میں لانے میں انسان کی دونوں جہاں کامیابی، اطمینان اور سکون ہے۔ نکاح کے اس شعبہ میں بھی دین کی ہدایت کو ملحوظ رکھنا لازمی ہے تب ہی یہ عبادت بنے گا۔ اس لئے اس کی کوشش کرنی چاہیے۔ ان تمہیدات کی نہایت مختصر گفتگو مجلس میں ہوئی۔ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب نے خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب و قبول کا سلسلہ شروع کیا جس کو مولانا محمود حسن صاحب نے تکمیل تک پہنچایا۔ یہ مجلس بھی بخیر و خوبی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

فالحمد لله اولاً و آخراً۔

☆☆☆.....

..... بقیہ از صفحہ نمبر ۴۰.....

ناظم دارالعلوم رحیمیہ کمیٹی کے ممبران کے ساتھ تینوں جگہ تعزیت کے لئے گئے اور دعائے مغفرت کی۔

۶۔ کشمیر کے مشہور و معروف بزرگ عالم دین، کشمیر یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے سابق استاد، جمعیت علماء اسلام جموں و کشمیر کے سرپرست حضرت مولانا مفتی عبدالغنی ازہری صاحب کی اہلیہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ناظم دارالعلوم رحیمیہ کی سربراہی میں مولانا فیاض احمد قاسمی استاد دارالعلوم رحیمیہ نیز مہتمم دارالعلوم کرمانیہ بٹ وینہ مولانا شوکت احمد بابا صاحب مع مولانا مفتی زبیر احمد صاحب حضرات کے وفد نے دارالعلوم کوثریہ ہارون میں حضرت مفتی صاحب کی تعزیت کی۔

ان تمام مرحومین نیز دیگر متعلقین و جمیع امت مسلمہ کے لئے ایصال ثواب کرایا گیا۔ قارئین بھی دعائے مغفرت کریں۔

## وفیات

۱۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ یعنی حضرت مولانا یونس صاحب پالن پوری کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۲۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے تلامذہ میں سے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب نور اللہ مرقدہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امر وہہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

موصوف ۱۹۵۷ء سے جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہہ میں تدریسی خدمات انجام دینے میں مصروف تھے۔

۳۔ حضرت فقیہ الامت کے خلیفہ مجاز مولانا مفتی یوسف صاحب استاد دارالعلوم دیوبند کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۴۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور کے قریبی عزیز مولانا محمد ایوب کا چھوی ایلز برگ نائب صدر جمعیت علماء جوہانسبرگ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۵۔ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کے قدیم ملازم جناب ماسٹر عبدالغنی میر صاحب کے برادر خورد کا اچانک مختصر بیماری کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

نیز مجلس عاملہ کے قدیم رکن جناب میر غلام رسول ناز صاحب کے ماموں زاد بھائی کی وفات ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اسی طرح سے ایک قریبی خادم جناب عبدالرشید میر صاحب پتوشے کے جواں سال صاحبزادہ جو انجینئر بھی تھے، کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

..... بقیہ صفحہ نمبر ۳۹ پر.....